Salfibooks.blogspot.com
http://salfibooks.blogspot.com
قرآن وسنت کی تعلیم دیکر
اُجرت
لینا جائز ہے
از
حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ تعالی
ترتیب وتخریج:
محمد طیب محمدی
مدرس جامعہ شمس الہدی اہلحدیث ڈسکہ
Designed By: ANSARI COMPUTER Grw. 740291 PP

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام حافظ صاحب:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

کچھ سوالات ہیں ۔ان کے جوابات درکار ہیں ۔ برائے مہربانی جوابات تفصیلی ہوں ۔اور بزبان اردو ہوں۔

1۔ عبادات میں اصل اخلاص ہے۔ جیسے کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

﴿وَمَا أُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ اور "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"

تو جب ہر عبادت کے لئے اخلاص ضروری ہے ۔تو کیا دنیاوی طمع ولالچ اس اخلاص کے منافی نہیں ہے ۔اور کیا اس طمع ولالچ میں عبادات پر بدلہ یعنی تنخواہ وغیرہ کا حصول داخل نہیں ہے؟

2۔ قرآن کے اندر مختلف رسولوں کا اللہ تعالی نے تذکرہ فرمایا ہے ۔اور ان سے اعلان کروایا ہے۔ کہ

﴿مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ﴾ ﴿قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ أَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾.

ان اور ان جیسی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ دین پر اجرت نہ مانگنے کا اعلان کروایا جارہا ہے۔ جبکہ امتیوں کو پیغمبروں کی اطاعت کرنے کا حکم ہے ۔تو کیا امتی اجرت کا معاملہ طے کرتے وقت اس اطاعت سے خارج نہیں ہو جاتے۔

3۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امامت وخطابت اور تعلیم کے منصب پر فائز تھے ۔کیا کسی مستند حدیث سے ثابت ہے کہ انہوں نے یہ فرائض اجرت لے کر سرانجام دیئے ہوں ۔یا خود نبی کریم ﷺ نے ان کی

اجرت مقرر فرمائی ہے۔

4۔"اِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ "

کو شان ورود کے ساتھ ملا کر مطلب لیا جائے گا نہ کہ اس کو عام رکھ کر ہر قسم کی اجرت کے جواز کا مسئلہ نکالا جائے گا۔

5۔امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے

"بَابُ اِثْمِ مَنْ رَأَى بِقِرَاةِ الْقُرْآنِ أَوْ تَاكُلُ بِهِ أَوْ فَجَرَ بِهِ"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب قرآن کے ذریعے اجرت لینے کو گناہ سمجھتے ہیں۔

6۔قرآن میں ہے ﴿وَلاَ تَشْتَرُوْا بِـآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيْلاً﴾ اور اس جیسی اور کئی آیات ہیں۔جن سے معلوم ہوتا ہے۔کہ اللہ کی آیات کے بدلہ میں ثمن قلیل لینے سے منع کیا گیا ہے۔

اور پھر یہ آیات عام ہیں۔خواہ وہ کتمان آیات کر کے ثمن لیا جائے پھر بھی اور اگر تعلیم،تفسیر،امامت،خطابت وغیرہ کر کے ثمن وصول کیا جائے پھر بھی۔

دلیل اس کی یہ ہے۔کہ انبیاء کرام کو اللہ نے حکم دیا ہے۔

﴿مَـاسَأَلْتُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ﴾ تو رسول کتمان تو نہیں کرتے تھے۔بلکہ اظہار حق ہی کرتے تھے۔

باقی بھی اگر اس کے متعلقہ کچھ ہو تو وضاحت فرمادیں۔

والسلام

ابو اویس

اس سلسلے میں جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں ان کی اسنادی حیثیت واضح فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ کچھ سوالات ہیں جن کے جوابات درکار ہیں۔

سوال 1: عبادات میں اصل اخلاص ہے جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے

﴿وَمَا أُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾

"اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"

جب ہر عبادت میں اخلاص ضروری ہے۔تو کیا دنیاوی طمع ولالچ اس اخلاص کے منافی نہیں ہے۔اوراس طمع ولالچ میں عبادت پر بدلہ یعنی تنخواہ وغیرہ کا حصول داخل نہیں۔

سوال کا خلاصہ یہ ہے۔قرآن مجید کی تلاوت،خطابت اور نمازوں کی امامت یہ عبادات ہیں۔اور عبادات میں اللہ تعالی نے اخلاص کی پابندی عائد فرمائی ہیں۔کہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالی کی عبادت کرو۔تو اگر قرآن مجید کی تعلیم قرآن مجید کی تلاوت نمازوں کی امامت اور جمعہ کی خطابت پر پیسے وصول کیے جائیں۔تو وہ اخلاص کدھر گیا۔اللہ تعالی کے حکم کی پابندی نہیں رہتی۔

جواب:

سب سے پہلے اخلاص کا معنی انسان کو سمجھنا چاہیے اخلاص کا مقصد کیا ہے؟

اخلاص اور نیت کی تعریف

اہل علم نے اخلاص اور نیت کی تعریف یہ فرمائی ہے۔

"اَلاِرَادَةُ الْمُتَوَجِّهَةُ نَحوَ الْفِعْلِ لِاَبْتِغَاءِ مَرْضَاةِ اللّٰهِ وَامْتِثَالِ حُكْمِهِ

"ایسا ارادہ جو کسی کام کی طرف متوجہ ہو۔اس غرض سے کہ اللہ تعالی کی رضا حاصل ہو۔اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل ہو"

یہ اخلاص کی حقیقت اور تعریف بیان کی گئی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے علامہ بیضاوی کے حوالے سے یہ تعریف فتح الباری میں نقل فرمائی ہے۔تو اس تعریف سے آپ سمجھ گئے ہیں۔کہ اخلاص کا مطلب یہ ہے کوئی کام آدمی کرے اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل کے لئے۔اب اس کے ساتھ اور کوئی غرض ہو جو شرعا جائز اور درست ہو تو وہ اخلاص کے منافی نہیں۔کیونکہ اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی کے لئے وہ کام کر ہی رہا ہے

اس کی مثال اس طرح سمجھ لو کہ حج ایک عبادت ہے۔اور اس میں بھی اخلاص ضروری ہے۔آدمی حج کے لئے جاتا ہے۔اور ساتھ یہ بھی ارادہ بنا لے کہ حج پر جاتا ہوں جتنے دن وہاں صرف ہوتے ہیں۔وہاں کوئی کام کاج بھی کرلوں گا۔تو اب یہ جو اس کا ارادہ ہے۔کہ وہاں تجارت کروں گا۔کوئی کام کاج کرلوں گا۔تو یہ اخلاص کے منافی نہیں حج اس کا درست ہوگا۔صحیح ہوگا۔کوئی فرق نہیں پڑے گا۔اس کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔

﴿لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ أَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلاً مِنۡ رَّبِّكُمۡ فَاِذَا أَفَضۡتُمۡ مِنۡ عَرَفَاتٍ فَاذۡكُرُوۡا اللّٰهَ عِنۡدَ الۡمَشۡعَرِ الۡحَرَامِ﴾ (۱)

اللہ تعالی فرماتے ہیں: تم پر کوئی گناہ نہیں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالی کا فضل تلاش کرو۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول تمام مفسرین نے یہی بیان فرمایا ہے۔کہ حج یا عمرہ کے لئے آدمی جائے تو ساتھ تجارت بھی کر لے۔کوئی کام کاج کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھا۔کہ حج عمرہ کے ساتھ تجارت کرنا کام کاج کرنا یہ حرج والی بات ہے اللہ تعالی نے آیت نازل فرمادی

﴿لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ أَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلاً مِنۡ رَّبِّكُمۡ﴾

---

(۱) سورة بقرة آيت نمبر ۱۹۸

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت اس طرح ہے

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ﴾ (۲)

''فِی مَوَاسِمِ الْحَجِّ'' کے لفظ وہ قرآن میں تلاوت فرمایا کرتے تھے یہ ان کی قرأت ہے۔

حج کے موقع میں اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی ہے۔تو اب اس سے بات بالکل واضح ہو رہی ہے کہ حج آدمی کر رہا ہے۔اللہ تعالیٰ کی رضا خوشنودی حاصل کرنا اس کا مقصد ہے۔اور ساتھ ساتھ تجارت بھی کر لے کام کاج بھی کر لے۔تو اس کا اخلاص ختم نہیں ہوگا۔اس کی نیت،اخلاص اور للھیت کے یہ چیز منافی نہیں تو یہ سمجھنا کہ آدمی عبادت کر رہا ہے۔تو اس کے ساتھ کوئی اور غرض جو شرعا جائز ہے۔وہ ساتھ لگا لے تو یہ اخلاص کے منافی ہے۔یہ سمجھ ہی پہلے درست نہیں تو اسی پر اس کی بنیاد تھی۔اس لئے ''إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ''(۳)اور﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾یا﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ﴾(۴) س قسم کی آیات اور احادیث سے یہ بات اخذ کرنا کہ قرآن مجید کی تعلیم یا اذان کہہ کر یا جمعہ کی خطابت وغیرہ پر اجرت لینا درست نہیں۔یہ بات غلط ہے۔

کیونکہ اجرت لینے والے کی بھی نیت ہے۔کہ قرآن مجید کی تعلیم دے رہا ہوں اللہ تعالیٰ سے مجھے اجر اور ثواب ملے گا۔اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہوگا۔اللہ تعالیٰ کے حکم کی میں

---

(۲)صحیح بخاری کتاب البیوع باب ما جآء فی قول اللہ تعالی ﴿فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض﴾حدیث نمبر ۲۰۵۰

(۳)صحیح بخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۴)سورۃ البینۃ آیت نمبر ۵

تعمیل کر رہا ہوں۔اور ساتھ وہ اجرت کا بھی ارادہ کر لے اجرت بھی لے لے۔تو یہ چیز اس کے اخلاص کو ختم نہیں کرتی۔وہ اخلاص اس کا اسی طرح بحال ہی ہے۔جس طرح حج میں آدمی تجارت کا یا کام کاج کا ارادہ کر لے۔تو اس کی نیت وللھیت ختم نہیں ہوتی اسی طرح ادھر بھی ختم نہیں ہوتی۔تو یہ سمجھنا کہ ختم ہو جاتی ہے۔یہ بات ٹھیک نہیں۔ہاں اگر کسی شخص کا یہ ارادہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم دے رہا ہوں۔یا یہ کام کر رہا ہوں۔تو لوگوں سے تعریف حاصل کرنا مقصد ہے یعنی ریا کاری۔اللہ تعالی سے اجر حاصل کرنا اللہ کے ثواب کا ارادہ کرنا یہ اس کے دل ودماغ کے کسی خانے میں چیز نہیں ہے۔تو یہ مسئلہ دوسرا ہے۔

یہ تو اجرت نہ بھی لے تب بھی ٹھیک نہیں ہے۔وہ ارادہ ہی اس نے غلط بنالیا ہے اخلاص ہے ہی نہیں۔اس کی نفی میں اجرت لینے کو کوئی دخل نہیں۔

پھر دوسرا مسئلہ یہ بھی ہے کہ کیا قرآن مجید کی تلاوت یا قرآن مجید کی تعلیم عبادت میں شامل بھی ہے؟ حدیث کی تعلیم۔فقہ کی تعلیم یہ عبادت میں شامل بھی ہے؟ جس طرح دوسرے دنیاوی علوم ہیں۔ان دنیاوی علوم میں تو سب اجرت کو جائز سمجھتے ہیں کسی قسم کی اس میں قباحت نہیں۔اور اس کو عبادت بھی کوئی نہیں سمجھتا۔تو یہ تعلیم بحیثیت تعلیم عبادت میں شامل ہے؟ اس کی کوئی دلیل نہیں۔

نیک اعمال کی تقسیم: عبادات، قربات اور طاعات:

اہل علم نے کتاب وسنت کی روشنی میں نیک اعمال کی تقسیم فرمائی ہے۔کہ کچھ نیک اعمال ہیں جو عبادات میں شامل ہیں۔جس طرح نماز، زکوۃ، روزہ، حج یہ عبادات میں شامل ہیں۔اور کچھ نیک اعمال ایسے ہیں۔جو قربات میں شامل ہیں۔

مثال کے طور پر قرآن مجید کی تلاوت اللہ تعالی کا ذکر یہ قربات میں شامل ہیں کہ ان سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

نیک اعمال کی تیسری قسم ہے طاعات یہ تین قسمیں ہیں۔

اللہ تعالی کی عبادت قربت بھی ہے، اطاعت بھی ہے مگر ہر قربت اور ہر اطاعت عبادت نہیں۔تو تلاوت قرآن مجید اور اللہ تبارک وتعالی کے ذکر کو اہل علم نے قربات میں شامل کیا ہے۔

پھر ہر ایک کے لئے کیا حکم ہے۔عبادات میں تو نیت اور معرفت دونوں ضروری ہیں۔کہ اللہ تعالی کی عبادت کرر ہا ہے۔تو اللہ تعالی کی معرفت جان پہچان بھی اس کو حاصل ہو۔پھر عبادت کے لئے نیت اخلاص بھی ضروری ہے۔اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضا اور خوشنودی کا مقصود ہونا بھی فرض ہے اور قربات میں اہل علم فرماتے ہیں۔کہ معرفت ضروری ہے اللہ تعالی کا ذکر کرر ہا ہے۔تو اللہ تعالی کی معرفت اس کو ہو۔نیت ہو نہ ہو اجر و ثواب اس کو مل جائے گا۔دلیل اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے گھوڑا پالا ہوا ہے۔تو وہ گھوڑا بھاگ گیا۔کہیں سے اس نے پانی پی لیا۔کہیں سے اس نے چارہ کھالیا۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اس کا اس کو اجر وثواب ملے گا۔(۵) حالانکہ پانی پلانے کی یا کسی کی فصل سے چارہ وغیرہ کھلانے کی اس کی نیت نہیں وہ خود ہی بھاگ گیا ہے۔اس کو علم ہی نہیں لیکن اس کو اجر وثواب مل رہا ہے کیونکہ یہ قربت ہے۔اس لئے اس کو اجر اور ثواب مل رہا ہے۔

تیسری چیز ہے طاعات۔اس کے لئے اہل علم فرماتے ہیں: نہ نیت ضروری ہے نہ معرفت ضروری ہے۔اس اصول کو سامنے رکھا جائے تو یہ تلاوت قرآن مجید، قرآن مجید کی تعلیم، حدیث کی تعلیم یہ عبادات کے زمرہ میں داخل ہی نہیں۔تو اس مقام پر یہ آیت چسپاں کرنا ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ یا ﴿ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ﴾ عبادت والی آیات اس پر چسپاں کرنا نامناسب ہے بلکہ درست ہی

---

(۵) صحیح بخاری کتاب الجهاد باب الخیل لثلاثة حدیث نمبر ۲۸۶۰

نہیں۔ پھر تیسری چیز اس سلسلے میں جو ذہن نشین رکھنا چاہیے۔ یہ ہے کہ اس نظریہ کے جو حامل ہیں کہ قرآن مجید کی تعلیم دے کر اجرت نہیں لے سکتے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ بطور ہدیہ اگر کوئی چیز دے وہ قبول کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم دینے والوں کو ہدیے کے طور پر لوگ کوئی چیز دیں۔ تو وہ لے لیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہدیہ کے طور پر عطیہ کے طور پر تحفے کے طور پر جو چیزیں انہیں ملیں وہ لے سکتے ہیں۔

اب قابل غور بات یہ ہے۔ جب معاوضہ لینا ناجائز ہو گیا۔ تو اب اس کا نام ہدیہ، تحفہ اور عطیہ رکھنے سے تو حقیقت اس کی نہیں بدلے گی۔ بلکہ اس کی حقیقت وہی رہے گی رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی ابن لتبیہ کو صدقہ کی وصولی کے لئے بھیجا۔ کہ صدقہ اور زکوۃ لوگوں سے وصول کر کے لاؤ۔ وہ صحابی گئے اور زکوۃ وصول کر کے لائے۔ رسول اللہ ﷺ سے فرمانے لگے کہ یہ مال تو آپ کا ہے۔ جو وصول کر کے لایا ہوں۔ صدقہ اور زکوۃ وغیرہ اور یہ مال! الگ تھوڑا سا یہ مجھے ہدیے دیئے گئے ہیں۔ بطور تحفہ مجھے ملے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ یہ ابن لتبیہ اپنی ماں اور اپنے باپ کے گھر بیٹھے رہتے۔ جو کام ہم نے ان کے سپرد کیا ہے اس کام پر نہ جاتے۔ تو پتہ چلتا۔ کہ ان کے گھر یہ تحفے تحائف پہنچتے ہیں یا نہیں؟(٦)

ظاہر بات ہے پھر تو وہ تحفے نہیں پہنچتے تھے اب اس کام پر گیا ہے۔ تو لوگوں نے وہ تحفے تحائف دیئے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا آدمی ہے۔ صدقہ کی وصولی کے لئے آیا ہے۔ تو انہوں نے تحفے تحائف دے دیئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جو تحفے تحائف اسے ملے تھے۔ وہ سب کے سب اس سے رکھوا لئے۔ اس کو نہیں لینے دیئے۔ تو اب نام اس کا بھی ہدیہ اور تحفہ اور عطیہ ہی تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کو لینے نہیں دیئے۔

---

(٦) صحیح بخاری کتاب الهبة باب من لم یقبل الهدیة لعلة حدیث نمبر ٢٥٩٧

اگر بالفرض جس طرح یہ کہہ رہے ہیں۔قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت جائز نہیں ہے درست نہیں ہے۔تو اس معاوضے کا نام ہدیہ رکھو تحفہ رکھو ہبہ رکھو وہ جائز تو نہیں ہونا چاہیے۔وہ پھر کیوں جائز بناتے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے۔کہ اندر سے یہ بھی قائل ہیں کہ اجرت درست ہے جائز ہے۔ورنہ ایک چیز ناجائز ہو تو اس کا نام تحفہ ہو جائے۔وہ ناجائز ہی رہے گی۔

اب رسول اللہ ﷺ نے وہ ناجائز کیوں بنائے۔اس لئے کہ اصل میں وہ رشوت تھی۔لوگوں نے بطور رشوت وہ چیزیں اس صحابی کو دی تھیں۔اس کا نام ہدیہ رکھ لیا ہدیہ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو وہ لینے نہیں دیا۔جس طرح آج کل بھی ہوتا ہے افسروں کے پاس تحفے تحائف پہنچ رہے ہیں۔گھی کا ٹین پہنچ رہا ہے۔پھل پہنچ رہا ہے آم کی پیٹیاں پہنچ رہی ہیں۔یہ جی تحفہ ہے تو ہوتا وہ کیا ہے؟ رشوت۔نام اس کا تحفہ اب نام تحفہ رکھنے سے وہ رشوت جائز تو نہیں ہو جائے گی۔اسی طرح اگر تعلیم قرآن، تعلیم حدیث، تعلیم فقہ، تعلیم دین پر اجرت اگر ناجائز ہے تو پھر نام اس کا تحفہ رکھ لینے سے ہدیہ ہبہ نام رکھ لینے سے وہ جائز نہیں ہو جائے گی۔اب کیوں جائز بناتے ہیں؟ اسی لئے جائز بنا رہے ہیں کہ اندر سے دل میں یہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ورنہ یہ کبھی نہ فرماتے کیونکہ اتنی بات ماشاء اللہ اہل علم سمجھتے ہی ہیں۔کہ ناجائز چیز ہو۔لیبل اس پر جائز کا لگا لیا جائے۔تو وہ جائز نہیں بن جاتی۔

اجر کا لفظ اجرت اور ثواب دونوں پر بولا گیا ہے:

پھر ایک چوتھی چیز بھی سمجھنے کے قابل ہے۔اصل بات ہے کہ ایک ہے اجر اور ایک ہے اجرت۔کتاب وسنت میں اجر کا لفظ اجرت پر بھی بولا گیا ہے۔اور اجر و ثواب جو عند اللہ ملنا ہے اس پر بھی بولا جاتا ہے۔دونوں پر یہ لفظ عربی زبان میں

استعمال ہوتا ہے۔ اجر وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے لینا ہے۔ ثواب تو دوسرے لوگ دے ہی نہیں سکتے۔ اب جس کو قرآن مجید کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ وہ یا اس کے والدین خویش واقارب اس عمل کا معاوضہ تنخواہ دے سکتے ہیں۔ تو دے بھی رہے ہیں اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے۔ اس میں اور اس اجر میں جو عنداللہ ملنا ہے دونوں میں فرق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے عبادت کے اندر اخلاص کی شرط لگائی ہے۔ اس میں بات ہے اجر اور ثواب کی اللہ تعالیٰ کی رضا کی اس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ اللہ تعالیٰ سے لینا ہے۔ اور یہ قرآن مجید کی تعلیم دینے والے قاری صاحبان انہوں نے کبھی اپنے دل میں یہ بات نہیں رکھی۔ کہ اس کا ثواب اور اجر ہم نے ان لوگوں سے لینا ہے۔ وہ جانتے ہیں یہ تو دے ہی نہیں سکتے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔ تو باقی اجرت یا اس پر پیسے لینے یہ اس اجر اور ثواب کو ختم نہیں کرتے۔ اجر وثواب اس کو پھر بھی ملے گا۔

مثال اس کی اس طرح سمجھ لو: کہ تجارت ہے۔ اب یہ خالص دنیاوی چیز ہے۔ لیکن حلال تجارت جو کتاب وسنت کے مطابق تجارت کاروبار ہے۔ اس پر بھی اجر اور ثواب ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''أَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْأَمِيْنُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ'' (۷)

''کہ تاجر آدمی ہے تجارت پر سچ بولتا ہے جھوٹ نہیں بولتا امانتدار ہے۔ کاروبار میں خیانت نہیں کرتا۔ تو فرمایا ''سچا امانتدار تاجر سفرۃ کرام بررۃ کے ساتھ ہوگا فرشتوں کے ساتھ ہوگا''

دنیاوی تجارت کر رہا ہے لیکن ساتھ اس کو اخروی اجر وثواب بھی مل رہے ہے۔

---

(۷) سنن ترمذی باب ما جآء فی التجار وتسمیۃ النبی ﷺ ایاھم حدیث نمبر ۱۲۰۹

دوسرا سوال:

قرآن مجید میں مختلف رسولوں کا اللہ تعالی نے تذکرہ فرمایا ہے۔اور ان سے اعلان کروایا ہے۔

﴿مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ﴾(۸)

﴿قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ أَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾(۹)

ان اور ان جیسی اور آیات سے معلوم ہوتا ہے۔کہ تبلیغ دین پر اجرت نہ مانگنے کا اعلان کروایا جا رہا ہے۔جبکہ امتیوں کو پیغمبروں کی اطاعت کرنے کا حکم ہے تو کیا امتی اجرت کا معاملہ طے کرتے وقت اس اطاعت سے خارج نہیں ہو جائے گا؟

جواب

آیتوں کے اندر جو چیزیں آئی ہیں۔وہ آپ سب سمجھ ہی گئے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام یہ فرما رہے ہیں ''ہم اس تبلیغ پر تم سے اجر کا سوال نہیں کرتے مطالبہ نہیں کرتے''، نفی مطالبے کی آئی ہے۔ان سے اجر لینے کی نفی تو نہیں آئی۔

آیتوں کے اندر سوال کی نفی ہے کہ میں مطالبہ نہیں کرتا یا جو مطالبہ کر کے تم سے اجر میں نے وصول کیا ہے وہ تمہیں ہی دے دیتا ہوں۔جب مطالبہ کر کے اجر ان سے لینا ہی نہیں تو ان کو دینا کیا ہے؟ تو ان آیتوں میں سوال کی نفی ہے۔

اللہ تعالی نے سورۃ فرقان میں فرمایا ہے:

﴿قُلْ مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ أَنْ يَّتَّخِذَ اِلَى رَبِّهٖ سَبِيْلاً﴾(۱۰)

---

(۸) سورۃ شعراء آیت نمبر ۱۰۹.۱۲۷.۱۴۵.۱۶۴.۱۸۰

(۹) سورۃ سبا آیت نمبر ۴۷

(۱۰) سورۃ فرقان آیت نمبر ۵۷

فرمایا ’’میں اجر کا تم سے مطالبہ نہیں کرتا ہاں جو اپنے رب تعالی کی طرف راستہ

بنانا چاہے‘‘

﴿اِلَّا مَنۡ شَآءَ اَنۡ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیۡلًا﴾ بھی تو آیا ہے پھر دوسرے انبیاء

علیہم الصلوۃ والسلام تو پہلے کے ہیں۔آخر الزماں پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ

بھی دین کی تبلیغ کرتے تھے نبوت ملنے سے پہلے تجارت کا بھی تذکرہ ملتا ہے کہ رسول

اللہ ﷺ تجارت کیا کرتے تھے لیکن نبوت ملنے کے بعد کوئی آپ کا کاروبار نہیں تھا

تجارت بھی نہیں کرتے تھے دین کی تبلیغ ہی کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کے گھر کا

خرچہ کہاں سے چلتا تھا۔وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کو دیتے

تھے۔ابو بکر رضی اللہ عنہ دوسرے صحابی انصاری صحابی کوئی بکری دے رہا ہے کوئی کھجور کا

درخت دے رہا ہے۔کوئی دودھ آپ ﷺ کے گھر لا رہا ہے۔تو اس طرح آپ کے

گھر کا خرچہ چلتا تھا۔نو گھر تھے آپ کے۔تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی آپ ﷺ کو

تحفے ہدیے دیتے تھے۔کیوں دیتے تھے؟ کہ نبی کریم ﷺ دن رات دین کا کام کر

رہے ہیں۔آپ ﷺ کو کاروبار کے لئے فرصت نہیں۔تو خرچہ کہاں سے چلے گا۔

اس لئے صحابہ دیتے تھے۔جہاد کا سلسلہ شروع ہوا۔اللہ تعالی نے مال غنیمت میں خمس

پانچواں حصہ بیت المال کے لئے رکھ دیا۔پھر اس پانچویں حصے سے پانچواں حصہ

رسول اللہ ﷺ کو ملتا تھا میدان جہاد میں آپ شریک ہوں۔مجاہدین کے ساتھ جہاد

پر جائیں خواہ نہ جائیں۔گھر بیٹھے رہیں۔پانچواں حصہ ملتا تھا آپ کے پاس بحرین

کے علاقے سے عبد القیس خاندان کا وفد آیا۔رسول اللہ ﷺ نے دین کی باتیں ان

کو بتائیں۔ساتھ یہ بھی فرمایا: ’’وَاَنۡ تُعۡطُوۡا خُمُسَ مَا غَنِمۡتُمۡ‘‘ (۱۱) جہاد کرو گے

(۱۱) صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ باب ﴿منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلاۃ ولا تکونوا من المشرکین﴾ حدیث نمبر

مال غنیمت حاصل ہوگا۔ پانچواں حصہ دینا اب وہ بحرین میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ جہاد کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو وہاں جانا ہی نہیں۔ تو پانچواں حصہ انہوں نے بھی دینا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ کو یہ ہدیے اور تحفے ملتے تھے۔ اللہ تعالی نے نبی ﷺ کے لئے مال غنیمت میں پانچواں حصہ رکھ دیا۔ تا کہ آپ کے گھروں کا خرچہ چلتا رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس مال آ گیا تو لوگوں نے جو کھجوروں کے درخت دیے ہوئے تھے یا کسی نے بکری دی ہوئی تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو واپس کر دی کہ اب اللہ تعالی نے مجھے مال دے دیا ہے۔ تو یہ اپنی چیزیں لے لیں۔

تو ہدیے اور تحفے کے طور پر یہ بھی جائز سمجھ رہے ہیں۔ تو بات یہ ہو رہی تھی۔ جس طرح پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ایک چیز ناجائز ہے۔ تو تحفہ اور ہدیہ اس کا نام رکھ لینے سے وہ جائز نہیں ہو جائے گی۔

پھر دوسری بات یہ بھی ہے کہ جو اجر من عند اللہ ملنا ہے۔ اللہ تعالی کی طرف سے ملنا ہے۔ وہ لوگوں سے طلب نہیں کر رہے۔ یہ فرمایا ہے: کہ مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ (۱۲) ثواب تبلیغ کا صلہ وہ اللہ تعالی ہی نے دینا ہے۔ دوسرا کوئی بھی نہیں دے سکتا تو باقی دنیاوی طور پر ہدیے تحفے مال وہ امتی انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو دیتے تھے اور وہ قبول کرتے تھے۔

پہلے بھی میں عرض کر چکا ہوں ایک اجر ہے اور ایک اجرت ہے تو مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ میں بات اجرت کی نہیں ہے تو پھر اس میں نفی بھی سوال کی ہے۔ ہاں سوال میں یہ بھی ہے کہ امتی اگر ایسا معاملہ طے کریں۔ تو وہ اطاعت سے خارج نہیں ہوتے کیونکہ اس کو نبی کریم ﷺ نے ناجائز قرار نہیں دیا۔ ٹھیک ہے خود نبی کریم ﷺ مطالبہ نہیں کرتے تھے۔ لیکن یہ فرمایا ہو کہ یہ اجرت کتاب وسنت کی تعلیم پر ناجائز

(۱۲) سورۃ شعراء آیت نمبر ۱۰۹. ۱۲۷. ۱۴۵. ۱۶۴

ہے تم نہیں لے سکتے یہ تو کہیں نہیں آیا۔ نہ قرآن مجید میں نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حدیث میں جتنی آیات اور حدیثیں اس سلسلے میں پیش کی جاتی ہیں۔ ان سے یہ بات نکلتی نہیں ہاں اگر رسول اللہ ﷺ منع فرما دیتے کہ کتاب وسنت کی تعلیم پر اجرت ناجائز ہے اجرت نہیں لے سکتے۔ تو پھر اطاعت سے خارج ہو جائے گا۔ لیکن آپ نے منع نہیں فرمایا جن کاموں پر اجرت لینا جائز ہے۔ مثلاً مکان بنانا، راج گری کا کام۔ اس پر اجرت تو جائز ہے۔ مثلاً کوئی معمار کسی کا کام کرتا ہے اور وہ مطالبہ نہیں کرتا کام شروع کر دیتا ہے۔ اب مالک جو مکان بنوا رہا ہے وہ اس کو کچھ اجرت دے گا ہی وہ تھوڑی دے یا زیادہ دے۔ اس کے مطالبے کے بغیر وہ ناجائز تو نہیں ہو گی۔ اسی طرح انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام مطالبے کی نفی کر رہے ہیں۔ جواز کی نفی نہیں کر رہے۔

تیسرا سوال

نبی کریم ﷺ کے دور میں صحابہ کرام امامت، خطابت اور تعلیم کے منصب پر فائز تھے۔ کیا کسی مسند حدیث سے ثابت ہے کہ انہوں نے یہ فرائض اجرت لے کر سر انجام دیے ہوں یا خود نبی کریم ﷺ نے اجرت مقرر فرمائی ہو۔

جواب:

ایک ہے اجرت کا جائز اور ناجائز ہونا ایک ہے اجرت نہ لینا۔ اب جن کاموں پر اجرت جائز ہے۔ مثلاً کوئی آدمی دوسرے کا کام مفت کر دے بغیر اجرت کے تو منع تو نہیں ہے۔ کوئی آدمی مزدوری کر رہا ہے وہاں اینٹیں لگا رہا ہے۔ کسی کا مکان بنا رہا ہے اور وہ یہ کہتا ہے میں مزدوری نہیں لیتا۔ اس کو اختیار ہے نہ لے۔ اور اگر لے لے تو ناجائز تو نہیں بن جائے گی۔

اسی طرح اگر کسی صحابی نے اجرت نہیں لی۔ اللہ تعالیٰ سے مزید ثواب حاصل

کرنے کے لئے تو ٹھیک ہے نہ لے۔ لیکن اس سے یہ نہیں نکلتا کہ وہ ناجائز ہوگئی ہے۔ خلفائے راشدین کا کیا کام تھا؟ دین کا ہی کام تھا۔ جمعہ پڑھاتے تھے، نمازوں کی امامت کرواتے تھے، بیت المال سے انہیں روزینہ ملتا تھا۔ تنخواہ ملتی تھی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کو بیت المال ہی سے تنخواہ ملتی تھی۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے۔ تو اپنے کام کاج کے لئے نکلے لوگوں نے کہا۔ اپنا کام کاج کرو گے تو یہ خلافت کا نظام کیسے چلے گا۔ اب اپنا کام چھوڑ دو بیت المال سے آپ کو وظیفہ مل جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کو یہی چیزیں ملتی تھیں اور وہ قبول بھی فرماتے تھے۔

چوتھا سوال

چوتھا سوال یہ ہے کہ حدیث ''ان أحق ما أخذ تم علیه أجرا کتاب الله'' کو شان ورود کے ساتھ ملا کر مطلب لیا جائے۔ نہ کہ اس کو عام رکھ کر ہر قسم کی اجرت کے جواز کا مسئلہ نکالا جائے۔

سوال کی وضاحت:

''ان أحق ما أخذتم علیه أجرا '' حدیث ہے۔ صحیح بخاری میں موجود ہے اور اس کا ایک سبب ورود ہے کہ

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی قافلے کی شکل میں گئے۔ راستے میں ایک قبیلہ تھا۔ وہ ٹھہرے انہوں نے ان کی مہمان نوازی نہ کی۔ اللہ کی قدرت کہ ان کے ایک آدمی بعض روایتوں میں سردار کا لفظ بھی آتا ہے۔ کو سانپ یا بچھو ڈس گیا دم کروانے کے لئے وہ ان کے پاس آئے۔ ابوسعید خدری نے فرمایا کہ دم تو میں کروں گا

لیکن کچھ لوں گا۔ چنانچہ بکریوں کے ایک ریوڑ پر بات تہہ ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ بکریوں کا ایک ریوڑ ہم تمہیں دیں گے۔ ابوسعید خدری نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اللہ تعالی نے شفا دے دی۔ انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ دے دیا۔ بعد میں انہوں نے سوچا کہ پہلے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیں۔ پھر ان میں تصرف کریں گے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ میرا بھی اس میں حصہ رکھو۔ **ان احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله** (۱۳) لوگ غلط اور باطل دم کر کے اجرت لے رہے ہیں۔ آپ لوگوں نے تو صحیح دم کیا ہے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے تو قرآن مجید پر جو اجرت لی جائے اجر لیا جائے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں وہ دوسری اجرتوں کی نسبت زیادہ حق والا ہے زیادہ حق والی اجرت ہے۔

سبب ورود کو سامنے رکھ کر اس کا مطلب لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دم کر کے تو اجرت لے سکتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید کی تعلیم دے کر اجرت نہیں لے سکتے کیونکہ سبب ورود اس کا دم ہے۔ لہذا دم کے علاوہ دوسری چیزوں پر اس کو چسپاں نہیں کر سکتے۔

جواب

اصول ہے اور عام علماء اس کو اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہیں۔

اَلْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ

''اخذ احکام میں اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے''

لفظوں کے عموم کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ عموم کے اندر جو جو آ جائے وہ سب ٹھیک ہے۔ خاص سبب کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ماسوائے چند مقاموں کے جہاں کوئی تخصیص کی دلیل مل جائے۔ وہاں تو تخصیص ہو گی۔ وہ سبب ورود کے ساتھ ہی خاص رہیں گے

(۱۳) صحیح بخاری کتاب الطب باب الشروط فی الرقیة بفاتحة الکتاب حدیث نمبر ۵۷۳۷

لیکن اگر تخصیص کی دلیل نہیں ملتی تو پھر لفظوں کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے۔

اس کی کافی مثالیں ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ اور اللہ تعالی نے خاص موقعوں پر لفظ استعمال کیے ہیں۔ لیکن ان الفاظ کو ان خاص موقعوں کے علاوہ دوسرے موقعوں پر بھی ان کو چسپاں کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابی فرماتے ہیں: کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم شکار کے لئے جاتے ہیں۔ پینے کے لئے تھوڑا سا پانی ساتھ لے جاتے ہیں۔ اگر اس پانی سے وضو کریں تو پینے کے لئے پانی نہیں بچتا۔ سمندر کا پانی کڑوا ہوتا ہے۔ پینے کے قابل نہیں تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں؟ اور جو ساتھ لے کر جاتے ہیں وہ پینے کے لئے محفوظ رکھ لیں کیا یہ جائز ہے؟

یہ بات سمندر میں شکار کرنے والے لوگوں نے پوچھی شکاری لوگ تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

هُوَ الطَّهُوْرُ مَاءُهُ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهُ (۱۴)

''سمندر کا پانی پاک ہے اور سمندر کا مردار حلال ہے''

نبی اکرم ﷺ کے یہ الفاظ خاص موقعے کے لئے ہیں۔ شکاریوں کے لئے ہیں جو تھوڑا پانی ساتھ لے کر جائیں ان کے لئے ہیں۔ تو کیا پھر یہ الفاظ ان ہی کے ساتھ مخصوص رہیں گے؟ نہیں بلکہ وہ شکاری ہو غیر شکاری ہو۔ ساتھ پانی لے کر جائیں یا پانی لے کر نہ جائیں۔

سب کے لئے پاک ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ عام ہیں۔ اسی طرح سمندر کا مردار مچھلی صرف ان شکاریوں کے لئے حلال نہیں۔ بلکہ سب کے لئے حلال ہے۔ یہی اہل علم جو یہ باتیں کر رہے ہیں۔ (کہ قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت نہیں

(۱۴) سنن أبی داؤد باب الوضوء بماء البحر حدیث نمبر ۸۳

لینی چاہیے) اپنی کتابوں میں یہی اصول لکھتے ہیں۔کہ **العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب** کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے۔

لہذا یہاں پر بھی لفظ عام ہے

اِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ

''کہ سب سے زیادہ حق والی اجرت وہ ہے جو اللہ کی کتاب پر لو''

یہ بات رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں۔لہذا یہ اجرت جائز ہے اور حق ہے نبی کریم ﷺ حق قرار دے رہے ہیں۔

سبب ورود کے ساتھ خاص ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔اور جو دلیلیں یہ بیان کرتے ہیں وہ بنتی نہیں۔اور ان کا حال بھی آپ نے ''**وما امروا الالیعبدوا الله**'' کی تفسیر میں سن ہی لیا ہے۔البتہ ٹھیک ہے۔اگر تخصیص کی کوئی دلیل آ جائے تو وہ چیز خاص ہو جائے گی وہ لفظ عام ہیں۔اپنے عموم پر ہی رہیں گے۔

پانچواں سوال

پانچواں سوال یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے

''**بَابَ اِثْمِ مَنْ رَأَى بِقِرَأَةِ الْقُرْآنِ أَوْ تَأْكُلُ بِهِ أَوْ فَجَرَ بِهِ.**

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ قرآن مجید کے لئے اجرت لینے کو برا سمجھتے ہیں۔

جواب

امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب البیوع میں یہ باب قائم کیا ہے(۱۵) قرآن

(۱۵) صحیح بخاری باب ما یعطی فی الرقیة علی أحیاء العرب بفاتحة الکتاب وقال ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی ﷺ ان أحق ما أخذتم علیه أجرا کتاب الله وقال الشعبی لا یشترط المعلم الاأن یعطی شیئا فلیقبله وقال الحکم لم أسمع

مجید کی تعلیم پر اجرت لینا پھر اس کے دلائل پیش کیے ہیں۔علماء کے قول بھی نقل فرمائے ہیں پھر ترجمۃ الباب میں حدیث رسول ﷺ ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ درج فرمائی ہے۔

کتاب البیوع کے اس باب سے تو پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعلیم قرآن وحدیث پر اجرت کو جائز سمجھتے ہیں۔اور ادھر جو امام بخاری فرمارہے ہیں۔جو سوال میں ہے کہ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے ''باب من رأای بقراءۃ القرآن ''

اس میں ہے من رأای بقراءۃ القرآن یعنی قرآن کی قراءت میں ریاکاری سے جو کام لے وہ گناہگار ہے۔تو یہ ٹھیک ہے۔حدیث میں ذکر ہے کہ ایک صحابیرضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ایک قاری صاحب قرآن مجید کی تلاوت کررہے تھے۔بہت اچھا قرآن مجید پڑھ رہے تھے تو بعد میں انہوں نے مانگنا شروع کردیا۔اس موقع پر صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے کہ مانگنے کے لئے قرآن مجید کو ذریعہ بنایا جائے۔(۱۶) یہ صورت ہے تاکل بہ کی یہ جرم ہے۔یہ تو نہیں کہ قرآن مجید کی تعلیم دے رہا ہے اس پر اجرت نہ لے۔تاکل بہ کا یہ معنی بنتا ہی نہیں۔

آگے امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أَوْ فَجَرَ بِهِ قرآن مجید کے ساتھ کوئی گناہ کا کام کرتا ہے۔قرآن مجید کو گناہ کے کام کے لئے استعمال کرتا ہے جرم ہے۔وہاں پیسے لینے ٹھیک نہیں کیونکہ وہ کام ہی حرام ہے گناہ ہے۔

بقیہ صفحہ گزشتہ :أحدا کرہ أجر المعلم وأعطی الحسن دراھم عشرۃ ولم یر ابن سیرین بأجر القسم بأسا وقال یقال السحت الرشوۃ فی الحکم وکانوا یعطون علی الخرص حدیث نمبر ۲۲۷۶

(۱۶)

اب جو حافظ صاحب یا قاری صاحب قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہیں۔کوئی جرم تو نہیں کرتے۔یہ کیسے حرام اور ناجائز ہے؟

کوئی شخص جرم کرے اور قرآن مجید کو اپنے جرم کی پردہ پوشی کے لئے بہانہ بنا رہا ہو۔یہ ناجائز ہے۔اس کو امام بخاریؒ ناجائز قرار دے رہے ہیں۔کوئی آدمی قرآن مجید کی تعلیم صحیح معنوں میں دے کر پیسے لیتا ہے۔اس کو امام بخاریؒ ناجائز نہیں فرما رہے۔

انہوں نے تو خود جواز کا باب باندھا ہے پھر دلائل پیش کرتے ہیں

''ان أحق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله'' یہ دلیل پیش فرمائی ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ امام بخاریؒ بھی'' ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله'' کو سبب ورود دم کے ساتھ مخصوص نہیں سمجھتے۔ورنہ قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت کے سلسلے میں یہ دلیل کیوں پیش کرتے۔

چھٹا سوال

چھٹا سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِآيَاتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلاً﴾

اور اسی جیسی اور کئی آیات ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں ثمن قلیل لینے سے منع کیا گیا ہے۔اور پھر یہ آیات عام ہیں خواہ وہ کتمان آیات کر کے ثمن لیا جائے پھر بھی اور اگر تعلیم، تفسیر، امامت اور خطابت وغیرہ کر کے ثمن وصول کیا جائے پھر بھی۔دلیل اس کی یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے﴿مَا سَأَلْتُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ﴾ تو رسول کتمان تو نہیں کرتے تھے۔بلکہ اظہار حق ہی کرتے تھے۔

جواب

سائل صاحب پہلے فرما چکے ہیں: "ان أحق ما أخذ تم علیه أجرا کتاب الله" کوشان ورود کے ساتھ ملا کر مطلب لیا جائے۔

شان ورود کے ساتھ ملا کر مطلب لینا ٹھیک ہوا نا؟ درست ہوا نا؟ تو اب یہ جو آیت ﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِآیَاتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلاً﴾ کو بھی شان نزول کے ساتھ ملا کر مطلب لیا جائے بلکہ سیاق وسباق کوملحوظ رکھ کر مطلب لیا جائے۔ سیاق وسباق میں کیا ہے؟

بنی اسرائیل کی بات ہو رہی ہے۔

﴿یٰبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ أَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَأَوْفُوْا بِعَهْدِیْ أُوْفِ بِعَهْدِکُمْ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ. وَآمِنُوْا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ وَلَا تَکُوْنُوْا أَوَّلَ کَافِرٍ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِآیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلاً﴾(۱۷)

خطاب کن کو ہے؟ یٰبنی اسرائیل اے اسرائیل کے بیٹو: ان کو حکم ہو رہا ہے ﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِآیَاتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلاً﴾

ہم نبی کریم ﷺ کی امت بنی اسرائیل تو نہیں؟ ادھر تو شان ورود کی بات کر رہے تھے۔ ادھر لفظ بھی قرآن مجید کے اندر آ گئے۔ ان کا بھی لحاظ نہیں رکھ رہے سوال میں کہتے ہیں۔ عام ہے جی۔ عام کیسے ہیں۔ یٰبَنِیْ اسرائیل یہ عام ہے۔ بنی اسرائیل کو حکم ہو رہا ہے اس مضمون کے اور بھی الفاظ قرآن مجید میں کئی جگہ پر آئے ہیں سب جگہ خطاب یا ذکر بنی اسرائیل کا ہی ہے۔ مثلاً:

﴿فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتَابَ بِأَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلاً فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا کَتَبَتْ أَیْدِیْهِمْ

---

(۱۷) سورة بقرة آیت نمبر ۱۶.۱۷

وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾.(۱۸)

اہل کتاب کا کام کیا تھا؟ اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے خود مسئلے گڑھتے۔ جو نہ توراۃ میں ہوتے نہ انجیل میں۔ اپنی طرف سے بنا کر کہہ دیتے **ھذا من عند الله** یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے۔ یہ خوش ہو جائیں اور ہمیں چار پیسے مل جائیں۔ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلاً یہ حالت اور کیفیت تھی ان اہل کتاب کی۔ اگر کوئی قرآن مجید کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا ہے مثلاً: ایک بات نہ قرآن مجید میں ہے نہ نبی کریم ﷺ کی سنت اور حدیث میں ہے۔ اپنی طرف سے مسئلہ بنا کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے ذمے بہتان لگا دیتا ہے۔ پھر اس مسئلے پر پیسے لیتا ہے یہ ناجائز ہے حرام ہے۔ حدیث میں اگر شان ورود کا اعتبار کرنا ضروری ہے تو قرآن مجید میں بھی تو شان نزول کا اعتبار ضروری ہے۔ شان نزول کو بھی سامنے رکھو اور بات کو بھی سامنے رکھو جو آیت میں بیان ہو رہی ہے۔

اس قسم کی آیتوں کو صحیح حق کی تعلیم دینے والوں پر چسپاں کرنا ٹھیک نہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے مذہب میں کتاب وسنت کی تعلیم پر دین کی تعلیم پر اجرت لینا ناجائز تھا۔ یہ مسئلہ ان کے مذہب میں تھا ہماری شریعت میں اس کی اجازت دے دی گئی ہے۔

اِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ اس کے بدلے میں بکریوں کا ریوڑ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا میرا بھی اس میں حصہ رکھو(۱۹) کیا وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت تھی؟

آدمی کو کچھ سوچ لینا چاہیے کہ اس کی زد کس کس پر پڑ رہی ہے؟ یہاں بات بنی

---

(۱۸) سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۷۹

(۱۹) صحیح بخاری باب الشرط فی الرقیۃ بقطع من الغنم حدیث نمبر

اسرائیل کی ہورہی ہے۔ جو آیتوں کو بگاڑتے تھے ﴿یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهٖ﴾(۲۰) پھر لوگوں سے پیسے لیتے تھے۔ اللہ تعالی نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔

ایک حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی کو ہدیے کے طور پر ایک کمان ملی۔ انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم دی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ آگ کی کمان ہے۔(۲۱) آپ نے لینے سے منع فرمادیا۔

یہ روایت سنداً صحیح نہیں۔ اگر صحیح ہو بھی جائے تو اس کے الفاظ ہیں۔

أهدی له قوسا کہ اس کو ہدیے کے طور پر اس کے شاگرد نے قوس دی تھی ہدیے کو تو یہ علماء بھی جائز سمجھتے ہیں۔ جو ﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِآيَاتِیْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ اور ﴿وَمَا أُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ﴾ والی آیتوں سے اجرت کو ناجائز کہتے ہیں۔

اگر شاگرد ہدیے کے طور پر تحفے کے طور پر کوئی چیز پیش کرتا ہے تو وہ جائز ہے۔ تو پھر وہاں تو آرہا ہے۔ اهدی له قوسا کہ اس نے ہدیے کے طور پر قوس کمان پیش کی تھی پھر تو یہ کہنا چاہیے کہ ہدیہ بھی ناجائز ہے۔ ہدیے کو یہ جائز سمجھ رہے ہیں حدیث کی مخالفت کررہے ہیں۔ پھر اس سے استدلال کیسے جبکہ وہ سنداً صحیح بھی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک دوسری حدیث بھی وہ پیش کرتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ایک دور آئے گا لوگ قرآن مجید پڑھیں گے یَتَعَجَّلُوْنَهٗ وَلَا يَتَأَجَّلُوْنَهٗ(۲۲) اس میں جلدی کریں گے دیر سے کام نہیں لیں گے۔ اس سے بھی اجرت لینے کو ناجائز ثابت کرتے ہیں۔ لیکن اس سے منع نکلتا نہیں "یَتَعَجَّلُوْنَهٗ وَلَا يَتَأَجَّلُوْنَهٗ" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی سے وہ اجر وثواب کی امید نہیں رکھیں گے

(۲۰) سورة نساء آیت نمبر ۴۶

(۲۱) سنن البیهقی الکبری باب من کره أخذ الأجرة علیه حدیث نمبر ۱۱۴۶۱.

(۲۲) سنن أبی داؤد باب ما یجزئ الأمی والأعجمی من القرأة حدیث نمبر ۸۳۰

لوگوں کو خوش کرنا مقصد ہوگا یا اپنی قراءت کی لوگوں پر دھاک بٹھانا مقصد ہوگا جس طرح کہ دوسری حدیث میں وضاحت بھی آگئی ہے۔

تین آدمی پیش ہوں گے ایک مجاہد شہید ایک سخی اور ایک قاری عالم۔ اللہ تعالی پوچھیں گے تم نے کیا کیا۔ تو قاری صاحب فرمائیں گے۔ یا اللہ قرآن مجید کی تعلیم دیتا رہا ہوں اجر اور ثواب حاصل کرنے کے لیے۔ اللہ تعالی فرمائیں گے تو جھوٹ بولتا ہے تو اس لیے قرآن مجید کی تعلیم دیتا رہا اور علم لوگوں کو پڑھاتا رہا ہے۔ لوگ کہیں کہ بڑا علامہ ہے بڑا قاری ہے۔ حکم ہوگا اس کو گھسیٹ کر جہنم دوزخ میں پھینک دیا جائے۔ اور ادھر جو رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: يَتَعَجَّلُونَهُ وَلَا يَتَأَجَّلُونَهُ یہ بھی ریا کاروں کی بات ہے یہ نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کی تعلیم دے کر تنخواہ یا پیسے لیتے تھے۔

يَتَعَجَّلُونَهُ وَلَا يَتَأَجَّلُونَهُ کا مطلب دوسری حدیث کی روشنی میں یہی بنتا ہے کہ وہ ریا کار ہوں گے۔

اجرت کو خود رسول اللہ ﷺ نے جائز قرار دیا ہے ''إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ '' اس لیے کتاب وسنت کی تعلیم دے کر اجرت لینا حلال ہے حق ہے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق زیادہ حق والی ہے۔

اللہ تعالی ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ
أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

ترتیب وتخریج: محمد طیب محمدی
مدرس جامعہ شمس الہدی ڈسکہ

محمدی کمپوزنگ سنٹر
گلی مرکزی مسجد اہلحدیث المعروف گلی ڈاکخانیوالی مین روڈ گرجاکھ گوجرانوالہ

ہماری کتب
سود کی حرمت
عقیدۃ اہلحدیث
قربانی
کے احکام و مسائل
قرآن و سنت کی تعلیم پر
اُجرت
لینا جائز ہے
تعداد رکعات
حج و عمرہ
عبدالمنان نورپوری